International Journal of Human and Society (IJHS)

E-ISSN: 2710-4966	P-ISSN: 2710-4958
Vol. 6. No. 01 (Jan-Mar) 2026	Page 547-557

https://doi.org/10.5281/zenodo.21263329

Globalization in the Poetry of Najma Mansoor: An Analytical Study

محمد عبداللہ رضا
پی ایچ۔ڈی اسکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
abdullahraza439@gmail.com

پروفیسر ڈاکٹر رابعہ سرفراز
صدر شعبہ اردو اور مشرقی زبانیں، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
drrabiasarfraz@gcuf.edu.pk

Abstract: *This research article, titled Universalism in the Poetry of Najma Mansoor: An Analytical Study," explores the universal dimensions of Najma Mansoor's poetic expression. Her poetry transcends geographical, cultural, and ideological boundaries by addressing themes that resonate with humanity as a whole. The study examines how her poetic vision reflects universal human values such as love, peace, compassion, justice, tolerance, hope, and coexistence while maintaining a strong connection with indigenous cultural traditions and the Urdu literary heritage.*

Using an analytical and qualitative research methodology, the article investigates the aesthetic, thematic, and ideological aspects of Najma Mansoor's selected poems. It analyzes the symbolic, metaphorical, and linguistic features that contribute to the universality of her poetic discourse. The study also highlights the poet's engagement with contemporary global concerns, including human suffering, social inequality, gender consciousness, moral decline, and the quest for peace and harmony. These themes are presented in a manner that makes her poetry relevant not only to Pakistani society but also to the broader human experience.

Furthermore, the research evaluates how Najma Mansoor successfully integrates local cultural sensibilities with universal philosophical perspectives, creating a poetic voice that appeals to diverse audiences. Her work demonstrates that authentic literary expression emerges from local realities while simultaneously addressing universal human aspirations. The article argues that her poetry promotes intercultural understanding and encourages dialogue across different social and cultural contexts.

The findings suggest that universalism constitutes one of the defining characteristics of Najma Mansoor's poetry. Through rich imagery, profound emotional depth, and a humanistic worldview, she contributes significantly to contemporary Urdu poetry. This study provides a comprehensive understanding of her literary contribution and establishes her poetry as an important example of universal human values expressed through the artistic medium of Urdu literature

Keywords: Universalism, Najma Mansoor, Urdu Poetry, Humanism, Literary Analysis, Contemporary Urdu poems

نجمہ منصور کا شمار ان تخلیق کاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے نثری نظم کو نہ صرف فنی اور فکری سطح پر استحکام بخشا بلکہ اسے جدید ادبی مباحث سے ہم آہنگ کرتے ہوئے اس کے دائرۂ اظہار کو بھی وسعت دی۔ انہوں نے کالج کے زمانے ہی سے نثری نظم نگاری کا آغاز کیا، اگرچہ ابتدائی دور میں ان کی شعری وابستگی غزل سے تھی، تاہم بعد ازاں وزیر آغا کے فکری مشوروں کے زیرِ اثر ان کی توجہ نثری نظم کی جانب مرکوز ہوئی۔ 1990ء میں ان کا پہلا مجموعۂ نثری نظم شائع ہوا، جس میں ان کی وہ تخلیقات شامل تھیں جو ادبی حلقوں میں پذیرائی حاصل کر چکی تھیں اور معروف ادبی جریدے "اوراق" میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی تھیں۔ بعد ازاں ان کی نثری نظموں کے متعدد مجموعے منظرِ عام پر آئے، جن سے ان کی تخلیقی وسعت اور فکری ارتقا نمایاں ہوتا ہے۔

معاصر اردو ادب میں نسائی شعور سے وابستہ متعدد معتبر آوازیں موجود ہیں، تاہم عالمگیریت کے فکری اور تہذیبی تناظر میں نجمہ منصور کی آواز اپنی انفرادیت، فکری وسعت اور عصری شعور کے اعتبار سے زیادہ توانا اور مؤثر محسوس ہوتی ہے۔ ان کی شاعری محض نسائی احساسات اور داخلی تجربات تک محدود نہیں رہتی بلکہ وہ عالمی سطح پر رونما ہونے والے سماجی، سیاسی اور تہذیبی مسائل کو بھی اپنی تخلیقی کائنات کا حصہ بناتی ہیں۔ ان کے ہاں عالمگیریت کے خالص مظاہر اور اثرات، جیسے عالمی جنگوں کے انسانی نتائج، عالمی امن کے سوالات، عالمی طاقتوں اور حکمرانوں کے کردار، استعماری و نوآبادیاتی نظام (Colonial Structures) کی باقیات اور طاقت کے غیر مساوی عالمی ڈھانچے نہایت واضح صورت میں سامنے آتے ہیں۔ ان کی نثری نظموں میں فرد کے داخلی کرب اور عالمی حالات کے خارجی دباؤ کے درمیان ایک گہرا ربط دکھائی دیتا ہے۔ نجمہ منصور کی نظم نگاری اور اس کے اہم مضامین کے متعلق ڈاکٹر انور سدید بیان کرتے ہیں:

"نجمہ منصور اردو ادب میں ایک خوش فکر شاعرہ کی صورت نمایاں ہوئیں، انہوں نے اپنے جذبات و افکار کو اوران اور بھور کی بھول بھلیوں میں کم کرنے کی بجائے نثری نظم کا اسلوب اختیار کیا اور اپنے احساسات کو روانی سے تیری نظر میں پیش کیا۔ نئے اسلوب اور شے دانشے کی حامل ان نظموں سے ایک ایسی روشنی پھوٹتی ہے، جو آپ کے اندر دور تک اترنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔"(1)

ادب اپنے عہد کے سماجی، فکری اور تہذیبی حالات کا آئینہ دار ہوتا ہے، اس لیے کوئی بھی ادیب یا شاعر اپنے زمانے کے تغیرات اور فکری رجحانات سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ موجودہ عہد میں عالمگیریت نے انسانی زندگی کے معاشی، سماجی، ثقافتی اور فکری ڈھانچوں کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے، جس کے اثرات ادب میں بھی واضح طور پر منعکس

ہوتے ہیں۔ اسی تناظر میں نجمہ منصور کی نثری نظموں کا مطالعہ خصوصی اہمیت اختیار کرتا ہے، کیونکہ ان کی شاعری میں فرد کے داخلی کرب، وجودی تشویش، شناخت کے بحران اور انسانی رشتوں کی بدلتی ہوئی صورتوں کی گہری جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ان کی نظموں میں دریا، سمندر، چاند، ستارے، پھول، تتلیاں، وادیاں اور پرندے محض فطری عناصر نہیں بلکہ علامتی سطح پر انسانی احساسات، داخلی وسعت اور کائناتی شعور کی نمائندگی کرتے ہیں۔ عالمگیریت کے دور میں جب انسان مادی ترقی کے باوجود روحانی اور جذباتی سطح پر تنہائی اور محدودیت کا شکار ہو رہا ہے، ایسے میں نجمہ منصور کی شاعری انسان کے داخلی وجود اور کائنات کے وسیع تناظر کے درمیان ایک فکری ربط قائم کرتی نظر آتی ہے۔ ان کی نثری نظموں میں کائناتی وسعت کا احساس اور وجودی بے چینی دراصل جدید انسان کے اسی فکری و تہذیبی بحران کی ترجمانی کرتی ہے جو عالمگیریت کے عہد کا ایک اہم مسئلہ بن چکا ہے۔

نجمہ منصور کی طبیعت فطری طور پر جمال پسند واقع ہوئی ہے، اور یہ حقیقت مسلم ہے کہ انسانی شخصیت کی تشکیل اور اس کے فکری و جمالیاتی رجحانات پر ماحول گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ نجمہ منصور کا تعلق سرگودھا سے ہے، جہاں کی خوش گوار فضا اور فطری مناظر نے ان کی شخصیت اور تخلیقی شعور کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ فطرت سے قریب اس ماحول میں انہوں نے قدرت کے متنوع رنگوں، مناظر اور جمالیاتی جہات کو نہ صرف قریب سے دیکھا بلکہ انہیں اپنے داخلی احساس کا حصہ بھی بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں فطرت کے مختلف مظاہر محض منظر نگاری تک محدود نہیں رہتے بلکہ علامتی اور فکری سطح پر بھی اپنی معنویت رکھتے ہیں۔ ان کے جمالیاتی شعور کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر شے اور ہر رنگ میں حسن اور معنویت کی تلاش کرتی نظر آتی ہیں۔ نظم " مجھے پیار ہے" میں شاعرہ کی جمال دوستی کا ایک خوب صورت حوالہ ملاحظہ ہو:

مجھے پیار ہے آسمانوں سے
میں چاہتی ہوں
کسی روز ایک پرندہ ہوں
مشرق سے مغرب شمال سے جنوب تک
اڑتی پھروں
کھیتوں سے دیکھوں، دریاؤں کے اوپر سے گزروں
وادیوں اور پہاڑیوں سے گلے ملوں
رات ہو تو
چاند سے
محبت کی پینگیں بڑھاؤں
تاروں کے ساتھ لکن میٹی کھیتوں
اور پھر آسمان کی وسعتوں میں کہیں

کھو جاؤں

کبھی واپس نہ آؤں(2)

نجمہ منصور کی شاعری کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ انسانی جذبات اور باطنی کیفیات کے اظہار میں تہذیبی وقار اور فکری سنجیدگی کو برقرار رکھتی ہیں۔ جدید عالمی معاشرے میں جہاں انسانی تعلقات اکثر مادیت، صارفیت اور سطحی جذباتی رویّوں کے زیرِ اثر آتے جا رہے ہیں، وہاں نجمہ منصور محبت کے جذبے کو ایک پاکیزہ، معصوم اور داخلی تجربے کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ انہوں نے اپنے جذبات کی صداقت کے اظہار کے لیے کہیں بھی عریاں یا غیر ضروری لفظیات کا سہارا نہیں لیا بلکہ محبت کے جذبے کی لطافت اور تقدیس کو برقرار رکھا ہے۔ ان کی نظمیں "مان لو مجھے پیار ہے" اور "میں آپ کی نہیں ہوں" اس داخلی اور نفسیاتی کیفیت کی نہایت خوب صورت ترجمان ہیں۔ بالخصوص نظم "مان لو" جذباتی شدت اور انسانی وابستگی کے گہرے احساس کی نمائندہ نظم ہے، جس میں شاعرہ نے محبت کے ہمہ گیر اور ناقابلِ اجتناب اثر کو جسم میں پھیلنے والے سرطان (کینسر) سے تشبیہ دی ہے۔ یہ تشبیہ محبت کی وسعت، اس کی شدت اور انسانی وجود پر اس کے مکمل اثر کو علامتی سطح پر نہایت مؤثر انداز میں پیش کرتی ہے۔

جاناں!

مجھے معلوم ہے

محبت کینسر سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے

جیسے

کینسر کا علم اس وقت ہوتا ہے

جب آخری مراحل میں ہو

بالکل اسی طرح

محبت جب پورے بدن میں

پھیل جاتی ہے

تو پتہ چلتا ہے(3)

نجمہ منصور کی شاعری کا ایک اہم وصف یہ ہے کہ وہ اپنے تخلیقی دائرے کو محض ذاتی یا مقامی تجربات تک محدود نہیں رکھتیں بلکہ عالمی سطح پر رونما ہونے والے سیاسی، سماجی اور انسانی مسائل کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بناتی ہیں۔ فلسطین کا مسئلہ عصرِ حاضر کے اہم عالمی اور انسانی المیوں میں شمار ہوتا ہے، جس نے دنیا بھر کے حساس ادیبوں اور شاعروں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ اسی تناظر میں نجمہ منصور نے لیلیٰ خالد کی شخصیت کو اپنی نظم کا موضوع بنایا ہے، جو فلسطینی مزاحمت کی ایک نمایاں علامت کے طور پر جانی جاتی ہیں۔ اس نظم میں شاعرہ نے محض ایک فرد کی داستان بیان نہیں کی بلکہ ظلم، جبر، جلاوطنی، شناخت کے بحران اور آزادی کی جدوجہد جیسے وسیع انسانی اور عالمی مسائل کو فکری سطح پر موضوع بنایا ہے۔ لیلیٰ خالد کی

شخصیت کو مزاحمت اور استقامت کے استعارے کے طور پر پیش کرتے ہوئے شاعرہ نے فلسطینی عوام کے اجتماعی کرب، محرومی اور آزادی کی آرزو کو نہایت مؤثر اور علامتی انداز میں اجاگر کیا ہے۔ اس طرح یہ نظم نجمہ منصور کے عالمی شعور، انسانی ہمدردی اور عصری سیاسی حسّیت کی واضح نمائندگی کرتی ہے۔ نجمہ منصور کی نظم "لیلیٰ خالد مزاحمت کا استعارہ" ملاحظہ ہو:

لیلیٰ خالد

تمھیں بچپن سے ہی

رام اللہ سے محبت تھی

وہ رام اللہ جسے

"فلسطین کی دلہن" کہا گیا

تمھارا پہلا سکول خیمے میں تھا

تم ہائی جیکر نہیں تھیں

مگر جب تمھارے سنہری خوابوں کو

ہائی جیک کیا گیا تو

تم نے موت کو بوسہ دے کر

زندگی کی کلائی پر باندھ لیا

مگر وہ موت آج بھی

رام اللہ میں بھٹک رہی ہے

اور زندگی موت سے ہاتھ چھڑا کر

راکھ کے ڈھیر پر بیٹھی(4)

نجمہ منصور عالمی سطح پر وقوع پذیر انسانی اور سیاسی مسائل کو نہایت گہرے شعور اور حساسیت کے ساتھ اپنے تخلیقی دائرے میں شامل کرتی ہیں۔ فلسطین کا مسئلہ جدید عالمی تاریخ کے اہم ترین انسانی اور سیاسی سانحات میں شمار ہوتا ہے، جس نے عالمی ادب پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اسی تناظر میں انہوں نے فلسطینی مزاحمتی شاعر محمود درویش کی شخصیت کو اپنی نظم کا موضوع بنایا ہے، جو فلسطینی عوام کے اجتماعی درد، جلاوطنی اور آزادی کی جدوجہد کی ایک مؤثر علامت سمجھے جاتے ہیں۔ اس نظم میں شاعرہ نے محمود درویش کی شخصیت کو محض ایک شاعر کے طور پر نہیں بلکہ ایک ایسے فرد کے طور پر پیش کیا ہے جس کی ذات میں وطن سے بچھڑنے کا کرب، شناخت کے بحران کا احساس اور قومی محرومی کا اجتماعی دکھ سمٹ آیا ہے۔ نظم میں فلسطینی مسئلے کو انسانی المیے کے طور پر پیش کرتے ہوئے جلاوطنی، وطن سے وابستگی اور مزاحمت کے جذبے کو فکری اور جذباتی سطح پر نمایاں کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ نظم نجمہ منصور کے عالمی شعور، انسانی ہمدردی اور سیاسی و تہذیبی آگہی کی مؤثر نمائندگی کرتی ہے۔ انھوں کی نظم "الخلیل کو درویش کا آخری سلام" میں محمود درویش کو اس انداز بیان کیا:

محمود درویش!

ہاں تم عرب ہو
لوح محفوظ میں یہی لکھا ہے
تم فلسطین ہو اور تمہارا مذہب محبت ہے
درویش جس عمر میں بچے
کھلونوں سے کھیلتے ہیں
تمھیں جھیلنا پڑا، جلاوطنی کا دکھ
سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے
وہ بچہ
ہمیشہ تمھارے اندر ماتم کناں رہا
جانتے ہو وہ بچہ کون تھا
وہ فلسطین تھا تمھارا پیارا فلسطین (5)

عالمگیریت کے منفی اثرات، خصوصاً عالمی طاقتوں کی جنگی پالیسیوں، انسانی المیوں اور تباہ کن سیاسی رویّوں کی گہری بازگشت سنائی دیتی ہے۔ ان کے ہاں مختلف شہروں اور ممالک کے مابین پیدا ہونے والی جنگی صورتِ حال، انسانی تباہی اور شہر آشوب کی کیفیات محض واقعاتی سطح پر بیان نہیں ہوتیں بلکہ ایک وسیع انسانی اور تہذیبی بحران کے طور پر سامنے آتی ہیں۔ ان کی نظم "یہ دنیا ڈزنی لینڈ نہیں ہے" اسی عالمی شعور اور انسانی حساسیت کی ایک مؤثر مثال ہے۔ اس نظم میں شاعرہ نے جنگی جنون، طاقت کے بے جا استعمال اور انسانی زندگی کو محض سیاسی مفادات کے تابع کر دینے کے رویّے پر شدید تنقید کی ہے۔ وہ اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہیں کہ دنیا محض مادی طاقتوں کے کھیل کا میدان نہیں بلکہ زندہ انسانوں کے خوابوں، امیدوں اور احساسات سے تشکیل پانے والی ایک انسانی دنیا ہے۔ نظم میں یہ تصور بھی نمایاں کیا گیا ہے کہ جنگیں اگرچہ شہروں کو کھنڈر اور انسانوں کو تباہ کر سکتی ہیں، لیکن انسانی خواب، آزادی کی خواہش اور بہتر مستقبل کی امید کو ختم نہیں کر سکتیں۔ اس طرح یہ نظم عالمگیریت کے عہد میں جنگ، جبر اور طاقت کی سیاست کے خلاف انسانی بقا، امن اور امید کے بیانیے کو مؤثر انداز میں پیش کرتی ہے۔ نظم دیکھیے:

یہ دنیا ڈزنی لینڈ نہیں ہے
جسے بمباری سے تم تباہ کر دو گے
اور پھر چابی والے کھلونوں سے
دوبارہ سجا لو گے
یہ دنیا خدا کی سجائی
زندہ لوگوں کی بستی ہے
تم اسے موت کے پاس
گروی نہیں رکھ سکتے
ٹینکوں کے نیچے انسان کچلے جا سکتے ہیں
مگر خواب نہیں

دنیا کو ڈزنی لینڈ سمجھنے والو سوچو!

اگر تھوڑی دیر کے لیے

توپوں اور ٹینکوں کا رخ

تمہاری جانب موڑ دیا جائے

تو!!!!(6)

نجمہ منصور کی نظم "پینٹا گون اور بھٹکتی روحیں!" ان کے عالمی سیاسی شعور اور جنگ مخالف فکر کی مؤثر ترجمان ہے۔ اس نظم میں شاعرہ نے عالمی طاقتوں کی جنگی پالیسیوں اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے انسانی المیوں کو موضوع بنایا ہے۔ پینٹا گون کو طاقت، عسکری بالادستی اور عالمی سیاسی مداخلت کی علامت کے طور پر پیش کرتے ہوئے وہ ان بے شمار انسانی جانوں کے المیے کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو جنگوں اور طاقت کی سیاست کا ایندھن بن جاتی ہیں۔ نظم میں جنگ کے نتیجے میں جنم لینے والی بے وطنی، خوف، محرومی اور انسانی اذیت کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ یہ کسی مخصوص خطے کا مسئلہ نہیں رہتا بلکہ ایک عالمی انسانی بحران کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ شاعرہ اس جانب بھی توجہ مبذول کراتی ہیں کہ اگر یہی خوف، تباہی، حملوں کی دہشت اور اموات کا کرب خود حملہ آور قوتوں کے حصے میں آ جائے اور انہیں بھی عدم تحفظ، بکھرتے گھروں اور انسانی نقصانات کے اسی تجربے سے گزرنا پڑے تو وہ بھی انسانی اذیت کی حقیقی شدت کا ادراک کر سکیں گے۔ یوں نظم محض جنگ کے نتائج کا نوحہ نہیں بلکہ طاقت کی سیاست کے خلاف ایک اخلاقی اور انسانی سوال بھی اٹھاتی ہے کہ جو درد دوسروں کے لیے قابلِ قبول سمجھا جاتا ہے، وہی درد اگر خود پر وارد ہو تو اس کی نوعیت کس قدر بھیانک اور ناقابلِ برداشت محسوس ہوتی ہے۔

پینٹا گون اور بھٹکتی روحیں!

انسان نے وہ ہتھیار تو ایجاد کر لیا جو

بہت دور تک مار کر کے

کرہ ارض کی آخری حدوں کو چھو لے

لیکن اس دوران وہ۔۔۔۔

وہ محبتیں

کہیں رستے میں گم کر بیٹھا

جو دلوں کو چھو لیتی تھیں

سوچو اگر کبھی

ایٹمی ہتھیاروں کی اس دوڑ میں

بوتل میں بند جن باہر آ جائے اور

بموں سے جھلسے ہوئے ننھے بچوں، بوڑھوں

جوان مردوں اور عورتوں کی

کچلی ہوئی کھوپڑیوں کے مینار

پینٹاگون پر جا گریں تو...؟(7)

نجمہ منصور نے نظموں کے موضوعات کو مقامی یا انفرادی دائرے تک محدود نہیں رکھا بلکہ عالمی تاریخ اور سیاسی منظر نامے سے وابستہ شخصیات کو بھی اپنی تخلیقی فکر کا حصہ بنایا ہے۔ ان کے ہاں عالمی فاتحین، جنگجوؤں اور سیاسی رہنماؤں کی شخصیات محض تاریخی حوالوں کے طور پر نہیں آتیں بلکہ وہ علامتی اور تنقیدی سطح پر انسانی تاریخ، طاقت کی سیاست اور عالمی جبر کے مختلف پہلوؤں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ اسی تناظر میں انھوں نے ہٹلر، نپولین بوناپارٹ اور بش جیسے عالمی کرداروں کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ ان شخصیات کے ذریعے شاعرہ جنگی جنون، اقتدار کی ہوس، توسیع پسندانہ عزائم اور طاقت کے غیر انسانی استعمال کے نتائج کو نمایاں کرتی ہیں۔ ان کے ہاں یہ کردار محض افراد نہیں رہتے بلکہ ایسے استعاروں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جو عالمگیریت کے دور میں طاقت کے ارتکاز، سیاسی بالادستی اور انسانی تباہی کے مختلف مظاہر کو آشکار کرتے ہیں۔ یوں نجمہ منصور اپنی نظموں کے ذریعے عالمی تاریخ کے ان کرداروں کا محاسبہ کرتے ہوئے امن، انسانی بقا اور اخلاقی ذمہ داری کے سوالات کو فکری سطح پر اجاگر کرتی ہیں۔ ان کی نظموں ، " ایڈولف ہٹلر کے لیے "، " نپولین بوناپارٹ کے لیے "، اور " بش کے خواب " میں سے کچھ اقتباسات ملاحظہ ہوں:

ایڈولف ہٹلر کے لیے!

تم چند لمحوں کے لیے سوچ لیتے کہ
جنگوں کی کوکھ سے
یا تو انقلاب جنم لیتے ہیں یا پھر تباہی
تو تم کبھی اپنی محبوبہ گیلی کی طرح
خودکشی نہیں کرتے

اور ہیروشیما، ناگاساکی پر چلنے والے بمب
مرگ انبوہ کی وہ کہانیاں ہیں
جو تاریخ کے پنوں پر
لفظوں کے کوڑے دان میں مدفون ہیں
کسی نئے ہٹلر کی تلاش میں!
مگر تم یہ کب جانتے تھے
ہٹلر بننے سے پہلے!(8)

بش کے خواب

وائٹ ہاؤس کے ڈاکٹروں کی ایک رپورٹ
جو کوڑے دان میں پڑی ملی
جس کے مطابق
ماہرین کا کہنا ہے کہ
بش اب گہری نیند نہیں سوتا

اور شاید تمام عمر بھی سو بھی نہ سکے

وہ خواب دیکھتا ہے

ڈراؤنے ڈراؤنے خواب (9)

نپولین بوناپارٹ کے لیے

نپولین بوناپارٹ

بچپن میں تمہارا نام پڑھتے ہوئے

میرے ذہن میں آتا تھا

شاید

یہ کسی فنکار کا نام ہے

تم جو ہٹلر کی طرح ظالم بھی نہیں تھے

پھر نہ جانے کیوں تمہارا انجام

ہٹلر سے کہیں زیادہ دردناک ہوا (10)

نجمہ منصور کی نظم "عالمی قانون کی راکھ پہ بیٹھا ابلیس" ان کے عالمی سیاسی شعور، انسانی ہمدردی اور عالمی نظام پر تنقیدی نگاہ کی ایک مؤثر مثال ہے۔ اس نظم میں شاعرہ نے بین الاقوامی قوانین، عالمی اداروں اور انسانی حقوق کے دعووں کے عملی تضادات کو موضوع بنایا ہے۔ نظم میں اس امر کی نشاندہی کی گئی ہے کہ موجودہ عالمی نظام میں انصاف، قانون اور انسانی حقوق کے تصورات اکثر طاقتور ریاستوں کے سیاسی اور معاشی مفادات کے تابع ہو جاتے ہیں۔ شاعرہ جنگ، عسکری جارحیت اور انسانی تباہی کے تناظر میں عالمی اداروں کی خاموشی، غیر مؤثر کردار اور دوہرے معیار پر سوال اٹھاتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ نظم جنگ سے متاثر ہونے والے عام انسانوں، خصوصاً بچوں اور بے گناہ شہریوں کے کرب کو بھی نمایاں کرتی ہے۔ یوں یہ نظم عالمگیریت کے دور میں عالمی سیاست کے غیر مساوی ڈھانچے اور انسانی انصاف کے بحران کے خلاف ایک فکری اور اخلاقی احتجاج کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

نجمہ منصور کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ ان کی شاعری محض ذاتی احساسات، نسائی تجربات یا داخلی کیفیات تک محدود نہیں رہتی بلکہ وہ اپنے عہد کے وسیع تر سماجی، تہذیبی، سیاسی اور عالمی تناظرات کو بھی نہایت گہرے شعور کے ساتھ اپنے تخلیقی دائرے میں سمو لیتی ہیں۔ ان کی شاعری میں عالمگیریت کے مختلف مظاہر اور اثرات متنوع جہات کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں عالمی جنگوں کے المناک نتائج، طاقت کی سیاست، استعماری اور نو آبادیاتی رویّے، عالمی اداروں کے دوہرے معیارات، انسانی حقوق کے بحران، شناخت کے مسائل، جلاوطنی کے کرب، تہذیبی انتشار، انسانی رشتوں میں پیدا ہونے والی اجنبیت اور جدید انسان کے وجودی اضطراب کی واضح بازگشت سنائی دیتی ہے۔ نجمہ منصور نے فلسطین، ایران اور دیگر عالمی مسائل کو محض سیاسی واقعات کے طور پر نہیں دیکھا بلکہ انہیں انسانی دکھ اور اجتماعی شعور کے

المیوں کے طور پر محسوس کیا ہے۔

ان کی شاعری کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے عالمی شخصیات، فاتحین اور سیاسی کرداروں کو اپنی نظموں کا موضوع بنا کر تاریخ اور حال کے مابین ایک فکری مکالمہ قائم کیا ہے۔ ہٹلر، نپولین بوناپارٹ، بش اور دیگر عالمی کردار ان کے ہاں محض تاریخی شخصیات نہیں بلکہ طاقت، جبر، جنگی جنون اور انسانی تباہی کے استعاروں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح لیلیٰ خالد اور محمود درویش جیسی شخصیات کے ذریعے مزاحمت، آزادی، قومی شناخت اور انسانی وقار کے موضوعات کو فکری سطح پر اجاگر کیا گیا ہے۔ ان کی نظموں میں شہر آشوب، عالمی جنگوں کا نوحہ، امن کی آرزو اور مظلوم انسانیت کے حق میں احتجاج ایک مستقل فکری جہت کے طور پر سامنے آتا ہے۔

نجمہ منصور کی شاعری کی ایک نمایاں جہت یہ بھی ہے کہ وہ عالمگیریت کو محض معاشی یا سیاسی مظہر کے طور پر نہیں دیکھتیں بلکہ اس کے انسانی، تہذیبی اور نفسیاتی اثرات کو بھی اپنی تخلیقی بصیرت کا حصہ بناتی ہیں۔ ان کے ہاں فرد کی داخلی دنیا اور خارجی عالمی حالات کے درمیان ایک گہرا ربط موجود ہے۔ فطرت، محبت، انسانی رشتے، مزاحمت، امن اور انسانی بقا جیسے موضوعات ان کی شاعری میں اس طرح باہم مربوط ہو جاتے ہیں کہ ان کا شعری کینوس مقامی حدود سے نکل کر ایک آفاقی اور انسانی جہت اختیار کر لیتا ہے۔ اس اعتبار سے نجمہ منصور کی نثری شاعری عصرِ حاضر کے عالمی فکری اور تہذیبی مباحث کی مؤثر نمائندہ قرار دی جا سکتی ہے، جہاں انسانی شعور، عالمی حسّیت اور ادبی جمالیات ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو کر ایک وسیع تر تخلیقی اور فکری منظر نامہ تشکیل دیتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ نجمہ منصور، "کلیات نجمہ منصور"، جہلم: بک کارنر، 2016ءفلیپ،انور سدید،ڈاکٹر۔

2۔ نجمہ منصور، "تم"، لاہور: شام کے بعد پبلی کیشنز، 2001ء،ص76۔

3۔ نجمہ منصور، اگر نظموں کے پر ہوتے، لاہور: عکس پبلی کیشنز،1998ء،ص24

4۔ نجمہ منصور ، سفید پرندے کا نوحہ، سرگودھا:مکتبہ اسالیب،2024،ص13

5۔ نجمہ منصور ، سفید پرندے کا نوحہ، سرگودھا:مکتبہ اسالیب،2024،ص33

6۔ نجمہ منصور ، سفید پرندے کا نوحہ، سرگودھا:مکتبہ اسالیب،2024،ص11

7۔ نجمہ منصور ، سفید پرندے کا نوحہ، سرگودھا:مکتبہ اسالیب،2024،ص30

8۔ نجمہ منصور ، سفید پرندے کا نوحہ، سرگودھا:مکتبہ

اسالیب،2024،ص80

9۔ نجمہ منصور ، سفید پرندے کا نوحہ، سرگودھا: مکتبہ اسالیب،2024،ص88

10۔ نجمہ منصور ، سفید پرندے کا نوحہ، سرگودھا: مکتبہ اسالیب،2024،ص88

References

1 .Najma Mansoor, Kulliyat-e-Najma Mansoor, Jhelum: Book Corner, 2016, p19.

2 .Najma Mansoor, Tum, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2001, p 76.

3 .Najma Mansoor, Aankhon Ke Paar Hotay, Ibid, 1998, p 24.

4 .Najma Mansoor, Safar Dard Ke Kaanton Se, Sargodha: Maktaba Asaleeb, 2024, p13.

5 .Najma Mansoor, Ibid, Ibid, 2024, p 33.

6 .Najma Mansoor, Ibid, Ibid, 2024, p 11.

7 .Najma Mansoor, Ibid, Ibid, 2024, p30.

8 .Najma Mansoor, Ibid, Ibid, 2024, p 80.

9 .Najma Mansoor, Ibid, Ibid, 2024, p 88.

10 .Najma Mansoor, Ibid, Ibid, 2024, p 83.